OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-4058
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 69-77

صوفی شاعر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں علمائے ظاہر کی پیشکش

The Presentation of Materialistic Scholars Approach in Poetry of Sufi Mian Muhammad Baksh (رحمۃ اللہ علیہ)

Dr. Naila Iram

Assistant Professor, Department of Chemistry,

Govt. Graduate College for Women 122 JB Faisalabad

Abstract

Hazrat Sultan Baho (رحمۃ اللہ علیہ) is a renowned Sufi poet. He has presented the philosophy of knowledge and devotion with Allah at the same time. He criticized that type of knowledge which is only for material gains. He condemns knowledge of those scholars whose get knowledge for material pursuits and not for the sake of Allah's recognition. There is also a convincing comparison between knowledge for materialism and love in hearts for Divine. Universality of his message is a permanent source of inspiration for the reader of all ages.

Keywords: Renowned Sufi Poet, Philosophy, Devotion, Criticized, Allah's recognition, Divine, Inspiration.

حضرت سلطان العارفین، سلطان باہو کا تعلق قبیلہ اعوان سے تھا۔ اعوانوں کا شجرۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے اور اعوان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر فاطمی اولاد میں سے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کا تعلق وادی سون سکیسر سے ہے۔ آپ کے والد گرامی کانام سلطان بازید رحمۃ اللہ علیہ تھا جو پیشہ ور سپاہی تھے اور شاہجہان کے لشکر میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام مائی راستی رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے

مزارات شور کوٹ شہر میں مرجع خلائق ہیں اور مائی باپ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

"سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو یکم جمادی الثانی ۱۰۳۹ھ (۱۷ جنوری ۱۶۳۰ء) بروز جمعرات بوقتِ فجر شاہجہان کے عہد حکومت میں قصبہ شور کوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔"[۱]

سلطان باہو رحمۃ اللہ کو سلطان العارفین کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک سو چالیس (۱۴۰) کتب کے مصنف ہیں۔ ان کتب میں صرف ایک تصنیف پنجابی ابیات کی صورت میں جبکہ باقی کتب فارسی زبان میں ہیں۔ آپ کی کتب علم لدنی کی عکاس ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جس کو کوئی مرشد کامل نہ ملے وہ میری کتب سے روحانیت کا فیض حاصل کر سکتا ہے۔ آپ نے اپنی کتب میں راہِ "فقر" اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ آپ سلسلۂ سروری قادری کے بانی ہیں:

"سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ (یکم مارچ ۱۶۹۱ء) بروز جمعرات بوقت عصر وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک شہر گڑھ مہاراجہ (ضلع جھنگ پاکستان) کے قریب قصبہ سلطان باہو میں مرجع خلائق ہے۔"[۲]

صوفیائے کرام کے نزدیک دنیاوی جاہ و حشمت اور مال و زر کی ہوس بارگاہِ خداوندی سے دوری کا باعث ہے۔ خاص طور پر وہ عالم جس کا مقصود صرف اور صرف دولت کا حصول ہو، وہ لائق تکذیب ہے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شاعری کے ذریعے اُن علماء کو حدفِ تنقید بنایا ہے جو علم کے حصول کو مال و زر کے حصول کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الف: اللہ حافظ ہویوں نہ گیا حجابوں پردا ہُو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زردا ہُو
سئے ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ہُو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا، باہو چور اندر دا ہُو[۳]

ڈاکٹر انعام الحق جاوید حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کی فنی خوبیوں اور تکنیک سے متعلق بات کرتے ہوئے سی حرفی کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

"بنتر ولوں ایہدا ہر بند چو مصرعے وانگوں چار سطر اں دا ہوندا اے۔ جنھاں

وچوں ہر سطر ہم قافیہ ہوندی اے۔۔۔ایس منی پر منی بنتر توں ہٹ کے وی سی حرفیاں لکھیاں گئیاں نیں۔ امام شاہ وزیر آبادی (وفات ۱۸۲۵ء) نے مخمس دے انداز وچ میاں پیر بخش (وفات ۱۸۵۵ء) نے مثلث دے انداز وچ تے مولوی الٰہی بخش نے مسدس دے انداز وچ چھ مصری سی حرفیاں لکھیاں۔۔۔ پنجابی وچ سبھ توں پہلی سی حرفی شاہ میر اں جی دی دسّی جاندی اے۔ جد کہ مواد تے موضوع دے حوالے نال سلطان باہو دی سی حرفی سبھ توں ودھ ہوئی تے ایہناں نوں سی حرفی داموڈھی متھیا جاندا اے۔"(۴)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں عمل میں اخلاص اور علم و عمل میں رضائے خداوندی کا حصول بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ سچی لگن اور خلوص عبادت کی اصل ہے اور علم بھی معرفت خداوندی کے حصول کا ہی ایک ذریعہ ہے نہ کہ تفاخر اور دنیاوی شہرت کا۔ عالم اگر صرف دماغ سے سوچے تو دلی جذبات کے بغیر عمل بھی قلبی سوز سے خالی رہ جاتا ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ایسے علم کے مخالف ہیں جو خالقِ حقیقی سے ملاقات اور اس کی معرفت کا ذریعہ نہ ہو۔ علم کا کام، خالق ارض و سماء کی پہچان کا باعث ہو نہ کہ دنیاوی شہرت کا۔ قرآن مجید میں بھی غور و فکر کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے اور اس غور و فکر کا مقصد خالقِ کائنات کی عظمت کا اعتراف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بابت فرماتے ہیں:

ب: بے تے پڑھ کے فاضل ہوئے ہِک حرف نہ پڑھیا کسّے ہو
جیں پڑھیا تیں شوہ نہ لدھا جاں پڑھیا کجھ تسّے ہو
چوداں طبق کرن رشنائی انھیاں کجھ نہ دِسّے ہو
باہجھ وصال اللہ دے باہو سبھ کہانیاں قصّے ہو(۵)

قرآن مجید اور متعدد احادیث میں علم کی افادیت کی طرف بار ہا واضح طور پر احکامات ملتے ہیں لیکن ایسے علماء کی تکذیب اور آخرت میں رسوائی سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ موجود ہوں جن میں اُن علماء کے لیے وعید ہے جنھوں نے علم صرف اس لیے حاصل کیا کہ لوگ انھیں بہت بڑے عالم کہیں اور اپنی تعریف سن کر جن کے دل صرف دنیاوی آسائشوں کی طرف لپکتے ہیں اور جن کے دل اللہ تعالیٰ کے عشق سے محروم ہیں تو ایسے عالموں کا علم روزِ قیامت اُن کے لیے دردناک عذاب کا سبب بن جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

پ: پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون کیا ہویا اس پڑھیاں ہُو
ہرگز مکھن مول نہ آوے پھٹے دودھ دے کڑھیاں ہُو
لکھاں نوں بھو دوزخ والا ہک نت بہشتوں رسدے ہُو
عاشقاں دے گل چھری ہمیشاں باہو اگے محبوباں کسدے ہُو(۶)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ علمائے ظاہر پر تنقید کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ عالم غرور اور فخر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت عالمگیری دور کے بیشتر علماء کا طرزِ زندگی اُن کے مشاہدے میں تھا۔ اس دور میں بہت سے علما نے اپنے علم سے اپنے زمانے کے مالداروں اور طاقتوروں کو فائدہ پہنچایا اور حق اور سچ کا ساتھ نہیں دیا۔ دیکھنے میں عالمگیری عہد کے بہت سے علما جید عالم دکھائی دیتے تھے مگر اُن کا علم اور کلام محض دنیاوی خواہشات کے حصول کے لیے تھا۔ حقیقت ایسے عالم دونوں جہانوں میں خدا کے حضور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ غرور و تکبر میں مبتلا علماء اور حفاظ سے متعلق فرماتے ہیں:

پڑھ پڑھ عالم کرن تکبر حافظ کرن وڈیائی ہُو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ہُو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہُو
دوہیں جہانیں سوئی مٹھے باہو جنہاں کھادی ویچ کمائی ہُو(۷)

صوفیائے کرام کے نزدیک اس علم کا حصول فضول ہے جو انسان کے ظاہر کو تو بہتر بنانے کا ذریعہ ہو مگر باطن کی غلاظتوں کی طرف توجہ کا باعث نہ ہو حقیقی انقلاب یہ ہے کہ انسان کا باطن بھی اس کے حاصل کردہ علم سے روشن ہو جائے۔

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ہُو
اندر جھگی پئی لٹیوے تن من خبر ناں موری ہُو
مولا والی سدا سکھالی دل توں لاہ تکوری ہُو
باہو رب تنہاں نوں حاصل جنہاں جگ نال کیتی چوری ہُو(۸)

علم اور عشق کا فلسفہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد اشعار میں بارہا استعمال ہوا ہے۔ علم کا حصول اگر حصولِ زر کے لیے نہ ہو اور نہ تکبر کا باعث ہو تو پھر اور بات ہے، لیکن اس

کے حصول کا ذریعہ ذاتِ خداوندی کی معرفت نہ ہو تو پھر ہزاروں کتابیں پڑھنے سے بھی کچھ فائدہ نہیں مگر اس کے برعکس عشق کا جذبہ انسان کو خدا کے حضور محترم اور معتبر کر دیتا ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علم اور عشق کے فلسفے کو یوں بیان کیا ہے:

علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے، لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہل دانش عام ہیں، کم یاب ہیں اہلِ نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ![۹]

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس مفہوم کو یوں پیش کرتے ہیں:

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالم ہوئے بھارے ہُو
اک حرف عشق دا پڑھن نہ جانن بُھلے پھرن بچارے ہُو
اک نگاہ جے عشق دیکھے لکھ ہزاراں تارے ہُو
لکھ نگاہ جے عالم ویکھے کسے نہ کدھی چاہڑے ہُو
عشق عقل وچ منزل بھاری سئیاں کو ہاندے پاڑے ہُو
جنہاں عشق خرید نہ کیتا باہو اوہ دوہیں جہانیں مارے ہُو[۱۰]

سلطان العارفین، حضرت سلطان باہو نے علم کی عظمت کو ادب اور اخلاقی اقدار کے بغیر قبول نہیں کیا۔ ان کی مثالیں سادہ اور عام فہم ہیں اگر انسان نے کوئی اعلیٰ ڈگری ہی حاصل کیوں نہ کر لی ہو۔ اگر وہ زندگی کی بہترین صفت ادب سے محروم ہے تو پھر اس کا علم ناقص ہے اور اس کی عقل فاتر ہے۔ جس طرح عبادات بغیر خلوص کے بے فائدہ ہیں اسی طرح صاحب علم کے لیے باادب ہونا ضروری ہے کیونکہ شیطان کے پاس بھی بہت علم تھا مگر اس نے بارگاہِ خداوندی کا ادب نہیں کیا تو مردود قرار پایا۔ آپ رحمۃ اللہ ادب اور اخلاق کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

تسبی پھری تے دل نہ پھریا کی لیناں تسبی پھڑ کے ہُو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کی لینا علم نوں پڑھ کے ہُو
چلے کٹے تے کجھ نہ کھٹیا کی لینا چلیاں وڑ کے ہُو
جاگ بناں ددھ جمدے ناہیں باہو بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہُو[۱۱]

صوفیائے کرام کا یہ یقین کامل ہے کہ عاجزی اور انکسار ذاتِ خداوندی کی خوشنودی اور رضامندی کا باعث ہے۔ اگر کوئی اپنے علم پر مغرور ہے یا اپنے کسی عظیم کارنامے پر اتراتا ہے تو ذاتِ خداوندی کے نزدیک مغرور قرار پاتا ہے۔ اس لیے ایک عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاجز رہے کیونکہ عجز خدا کے حضور سربلندی اور عروج کا سبب بنتا ہے۔ بہت سے صوفیائے کرام عالم بھی تھے، اُن کا دل و دماغ علم اور معرفت سے منور تھا مگر وہ ہر وقت غرور سے بچتے ہوئے عاجزی اختیار کرتے تھے۔ حضرت سلطان باہو مغرور علما کی بے حضوری سے متعلق یوں فرماتے ہیں:

پڑھیا علم ودھی مغروری، عقل بھی گیا تلوہاں ہُو
بھلا راہ ہدایت والا، نفع نہ کیتا دوہاں ہُو
سر دتیاں جے سر ہتھ آوے سودا ہار نہ توہاں ہُو
وڑیں بازار محبت والے رہبر لَے کسے سوہاں ہُو(۱۲)

علم کا حصول دین سے متعلق سوجھ بوجھ کا نام ہے نہ کہ علم سے دین کی پہچان ہے، کیونکہ دین خود علوم کا مجموعہ ہے۔ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ اٹھارہ ہزار علمانے نہیں دیا حالانکہ وہ عالم تھے اور حق اور باطل میں تمیز کر سکتے تھے۔ سلطان باہو اُن علما پر تنقید کرتے ہیں جو عشق اور صداقت کے جذبے سے محروم ہیں:

جے کر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ہُو
اٹھاراں ہزار جو عالم آہا اوہ اگے حسینؓ دے مردے ہُو
جے کر ملاحظہ سرورؐ دا کردے تاں خیمے تمبو کیوں سڑدے ہُو
پر صادق دین تنہاں دے باہو جو سر قربانی کر دے ہُو(۱۳)

سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری اصلاحِ معاشرہ کے لیے تھی۔ اسی لیے وہ ہر اس پہلو پر تنقید کرتے ہیں جو معاشرتی بگاڑ کا باعث ہے۔ سلطان عارف علی رقم طراز ہیں:

> ''حضرت سلطان باہو کی زندگی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے بچپن سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک ان کے قرب و صحبت و ہدایت سے ہزاروں منکرین حق نے اسلام قبول کیا۔''(۱۴)

صوفیائے کرام ذاتِ خداوندی سے مضبوط تعلق کے لیے دل اور دلی کیفیات کو زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ دلی خیالات اور احساسات سے اللہ واقف ہے۔ اس لیے انسان کو اس میں اُسی خدائے

واحد و یکتا کی یاد کو پختہ کرنا چاہیے۔ اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جس کے حصول سے اللہ کی معرفت دل میں پیدا نہ ہو۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ایسے علم پر تنقید کرتے ہیں جس کا حصول اللہ کے ذکر اور قدرتِ خداوندی کی عظمت دل میں پیدا نہ کرے۔ متعدد احادیث میں بھی "دل" کو عبادت کی قبولیت میں بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اس بابت یوں فرماتے ہیں:

دل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مطالیا ہُو
ساری عمراں پڑھدیاں گزری جہلاں دے وچ جالیا ہُو
اکو اسم اللہ دا رکھیں اپنا سبق مطالیا ہُو
دوہیں جہان غلام تہاندے باہو جیں دل اللہ سمبھالیا ہُو(۱۵)

علم اور عشق کی تکرار سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا بنیادی موضوع ہے۔ عشق نفع اور نقصان کے تصور سے بے نیاز ہے اور ہمیشہ عشق قربانی دیتا ہے، جبکہ علم والے اپنی عقلی توجیہات پیش کرتے ہوئے نقصان کا سوچتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈال دیا تو وہ موت کے خوف سے ذرہ برابر بھی نہیں گھبرائے اور یہ عشق کی بدولت تھا، ورنہ عقل تو آگ میں نہ کودنے کا مشورہ دیتی رہی۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ متکبر علماء اور صادق عشق سے متعلق فرماتے ہیں:

بے بہتی میں اوگنہاری لاج پئی گل اُس دے ہُو
پڑھ پڑھ عالم کرن تکبر شیطاں جیے اُس مُسدے ہُو
لکھاں نو بھو دوزخ والا، ہک بہشتوں رُسدے ہُو
عاشق دے گل چھری ہمیشہ، یار دے اگے کُسدے ہُو(۱۶)

علم کی افادیت اور اہمیت کا تذکرہ بارہا قرآن مجید میں بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

"کیا وہ لوگ جو تعلیم یافتہ ہیں، وہ ان لوگوں کے برابر ہیں جو لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔"(۱۷)

صوفیائے کرام علم کی افادیت سے کسی طور پر بھی انکار نہیں کرتے، بلکہ صوفیائے کرام خود بہت بڑے عالم تھے۔ اکثر صوفیائے کرام نے حصول علم کے لیے زندگیاں وقف کر رکھی

تھیں۔ صوفیائے کرام نے قرآن و حدیث اور فقہی مسائل کی وضاحت پر بہت سی منفرد کتب تصنیف کی ہیں۔ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ خود باعمل علم کے حامی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

علموں باجھوں فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہُو
سے ورہیا وی کرے عبادت اللہ کنوں بیگانہ ہُو
غفلت کنوں نہ کھلن پردے دل، جاہل! بت خانہ ہُو
میں قربان تنہاں توں باہو جنھاں ملیا یار یگانہ ہُو(۱۸)

سلطان العارفین، حضرت سلطان باہو نے اپنے دور کے علمائے ظاہر پر تنقید کرتے ہوئے عہد حاضر اور قیامت تک حصول علم کے متلاشیوں کی اصلاح کی کوشش کی اور ساتھ ہی عشق حقیقی کی افادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شاعری کی صورت میں پیش کردہ پیغام انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے اور ہمہ گیری کے وصف سے متصف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باعمل علماء کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور اپنی شاعری کے ذریعے راہِ حق سے منحرف اور مغرور علماء کی اصلاح فرمائی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام ان کی شاعری کے ذریعے آج بھی ہمہ گیر اصلاحی خصوصیات کا حامل ہے اور درسِ ہدایت کا ذریعہ ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ حماد الرحمٰن، حافظ (مترجم)، عین الفقر، لاہور: سلطان الفقر پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۹
۲۔ ایضاً، ص ۱۵
۳۔ محمد دین کلیم، (مرتب)، کلامِ باہو، لاہور: نذیر سنز، ۱۹۸۶ء، ص ۲۵
۴۔ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، پنجابی ادب دا ارتقاء، لاہور: الفیصل، ۲۰۱۵ء، ص ۴۱۱۔ ۴۱۲
۵۔ محمد دین کلیم، (مرتب)، کلامِ باہو، ص ۳۵
۶۔ ایضاً، ص ۳۵
۷۔ ایضاً، ص ۳۶
۸۔ ایضاً، ص ۳۶
۹۔ اقبال، کلیاتِ اقبال، لاہور: اسد نیئر پرنٹرز، ۲۰۰۹ء، (بانگِ درا)، ص ۷۷
۱۰۔ محمد دین کلیم، (مرتب)، کلامِ باہو، ص ۳۶
۱۱۔ ایضاً، ص ۴۹
۱۲۔ یوسف مثالی، کلام سلطان باہو، لاہور: مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۲ء، ص ۲۷
۱۳۔ محمد دین کلیم، (مرتب)، کلامِ باہو، ص ۴۷
۱۴۔ سلطان الطاف علی، باہو شناسی، کوئٹہ: باہو پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص ۵۷
۱۵۔ محمد دین کلیم، (مرتب)، کلامِ باہو، ص ۵۲
۱۶۔ یوسف مثالی، کلام سلطان باہو، ص ۲۳
۱۷۔ سورۂ زمر، آیت: ۱۹
۱۸۔ محمد دین کلیم، (مرتب)، کلامِ باہو، ص ۷۸